Lesson 3: Yusuf (Ayaat 36- 57): Day 11

سُوۡرَةُ یُوۡسُف کی تفسیر

اَب آیت 41 سے خواب کی تعبیر بتاتے ہیں؛

یٰصَاحِبَیِ السِّجۡنِ اَمَّاۤ اَحَدُ کُمَا فَیَسۡقِیۡ رَبَّہٗ خَمۡرًا ۚ وَ اَمَّا الۡاٰخَرُ فَیُصۡلَبُ فَتَاۡکُلُ الطَّیۡرُ مِنۡ رَّاۡسِہٖ ؕ قُضِیَ الۡاَمۡرُ الَّذِیۡ فِیۡہِ تَسۡتَفۡتِیٰنِ ﴿ؕ۴۱﴾

میرے جیل خانے کے رفیقو! تم میں سے ایک (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے وہ) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر کھا جائیں گے۔ جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے وہ فیصلہ ہو چکا ہے ﴿۴۱﴾

یہاں پر بھی عمل کی بہت خوبصورت باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے پہلے اُس کو خواب کی تعبیر بتائی جس کا خواب اچھا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ نان بائی نے باشاہ کو زہر دیا تھا اُس نے اس قتل کے مقدّمے میں قتل ہو جانا تھا اور دوسرا شخص جو شراب پلانے والا تھا وہ سچا تھا اُس نے سرخُرو ہو جانا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کو دونوں کے خواب سے یہ بات سمجھ آگئی تھی لیکن تعبیر پہلے اُس کی بتائی جس کی اچھی تھی۔ اللہ کے نبی حضرت مُحمّد ﷺ نے بھی فرمایا کہ خوشخبریاں دو اور نفرتیں نہ دلاؤ۔ اور اگر کوئی بُری بات بتانی ہو تو اُس سے پہلے کوئی اچھی بات بتا دو۔

حضرت یوسف علیہ السّلام نے ڈائریکٹ بات نہیں کی چونکہ تبلیغ کرتے ہوئے جس کی بات ہو اُس کو ہائی لائٹ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس گلٹ کی وجہ سے وہ بات سُنتے ہوئے شرمسار ہو گا لہٰذا یہاں سے ہمیں اِن ڈائریکٹ تبلیغ کا اشارہ ملتا ہے۔

اگلی بات دیکھیں اس میں لفظ رَبَّهٗ آیا ہے تو رب کا معنی یہاں بادشاہ کے لیے ہے عربی زبان میں یہ لفظ مُختلف طرح سے استعمال ہوا ہے لہٰذا رب کا معنی یہ ہوا کہ تُم واپس اپنی جاب پر چلے جاؤ گے۔

اور تُمہارا یہ سارا مُعاملہ دُرست ہو جاے گا اور وَاَمَّا الْاٰخَرُ دوسرا شخص کوئی دور نہیں بیٹھا تھا وہ بھی پاس ہی تھا لیکن اس کا ہلکا سا ذکر کر دیا فَيُصْلَبُ کہ تُم دونوں میں سے ایک ایسا ہے جس کو سُولی پر چڑھا دیا جائے گا اور فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ اُس کے سر میں سے پرندے نُوچ نُوچ کر کھائیں گے لہٰذا دونوں کی تعبیر بتا کر بات ختم کر دی گئی بس خواب کا اتنا ہی ذکر ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ کہ یوسف علیہ السّلام نے جو بتایا تھا وہ بات بالکل سچ ثابت ہو گئی۔

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور دونوں شخصوں میں سے جس کی نسبت (یوسف نے) خیال کیا کہ وہ رہائی پا جائے گا اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا لیکن شیطان نے ان کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف کئی برس جیل خانے میں رہے۔

اُس شخص سے جس کے بارے میں آپ نے یہ گُمان کیا تھا کہ وہ اُن دونوں میں سے نجات پا جائے گا اُسے کہا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا۔ وہی بات ہوئی، مقدمہ چلا اور بادشاہ کو شراب پلانے والا اس مقدمے سے باعزت رہا ہو گیا اور نان بائی پہ قتل کا مقدمہ ثابت ہوا اور اُسکو سُولی چڑھا دیا گیا۔ اب یہ شخص جو نجات پا گیا تھا اب چونکہ یہ آزاد تھا مُجرم نہیں تھا۔ تو یوسفؑ نے اس سے

کہا کہ تُم یہاں سے جارہے ہو تو اپنے رَبَّہٗ یعنی اپنے آقا سے میرا ذکر کر دینا کہ ایک شخص جو جیل میں بغیر کسی جُرم کے بیٹھا ہوا ہے ذرا اُس کا مقدّمہ کھول کر دیکھیں۔

یوسفؑ نے اسباب یوز کیے فَاَنۡسٰهُ الشَّيۡطٰنُ ذِكۡرَ رَبِّهٖ تو شیطان نے اُسے بُھلا دیا پھر نتیجہ کیا نکلا فَلَبِثَ فِى السِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِيۡنَ یوسفؑ کو کئی برس اور جیل میں رہنا پڑا جس کو کہتے ہیں کہ تقدیر غالب آ گئی۔ حضرت یوسفؑ نے اسباب استعمال کیے کہ میں بے گُناہ قید ہوا ہوں مُجھے نکال دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ اپنا کام کر کے رہتا ہے اللہ کی ذات چاہتی تھی کہ یوسف ابھی کئی سال اور جیل میں رہیں اور دوسری وجہ کیا تھی؟ کہ وہ ساقی یہاں سے نکل کر بادشاہ کے دربار میں جاتا اور کہتا کہ بادشاہ سلامت میرا ایک دوست جیل میں ہے وہ بہت اچھا ہے اُس پہ جھوٹا مُقدمہ ہے اُس کو بلا کے ذرا اُس کے مقدمے کی چھان بین تو کریں۔ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ بھی سُن کے اگنور کر دیتا کہ جیل میں تو اتنے لوگ ہیں میں کیوں کروں اگر بالفرض ایسا کرنے سے یوسفؑ جیل سے باہر آ بھی جاتے تو یوسف کی وہ عزت ہونی تھی جو آگے جا کے ہونے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ یوسفؑ عزت سے جیل سے نکلے اس لیے یوسفؑ کی مُشکل اللہ تعالیٰ نے اور لمبی کر دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اور مُحسن بنانا تھا۔ دوسری بات یہاں سے پتہ چلی کہ شیطان انسان کو نیکیاں کرنا بُھلا دیتا ہے حتیٰ کہ نمازوں کا وقت تک بُھلا دیتا ہے۔ اسی طرح کئی نیک کاموں کی نیت ہم نے کی ہوتی ہیں لیکن بعد میں یاد نہیں رہتا اسی طرح جو بِضۡعَ کا لفظ ہے وہ عربی زبان میں دس سے کم کے لیے بولا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی زندگی کا ایک اور مرحلہ کبھی اُوپر کبھی نیچے۔ باپ کی مُحبت کا عُروج تو کُنویں کی گہرائی کی پستی۔ وہاں سے نکلے تو عزیز مصر کے گھر کُچھ عزت ملی مُحبت کُچھ زیادہ ہی ملی تو

جیل کی پستیوں میں آ گئے۔ اب دیکھیں اللہ یوسف ؑ کو پستیوں سے کیسے بُلندیاں دینے لگا ہے جو Ultimate Success کی صورت میں ہے اللہ نے کیا اسباب بنائے یوسف کے جیل سے نکلنے کے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾

اور بادشاہ نے کہا کہ میں (نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور (سات) خشک۔ اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔

کتنا غیر معمولی خواب ہے کہ سات موٹے موٹے بیل ہیں اور سات دُبلے پتلے اور کمزور بیل ہیں اور جو موٹے بیل ہیں اُن کو دُبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اُسوقت بادشاہ کون تھا؟ چونکہ اُسوقت مصر پہ فرعونی حکومت نہ تھی بلکہ وہاں پہ چرواہے بادشاہ تھے اسی طرح بنی اسرائیل کی تاریخ میں بھی ہے کہ چرواہے بادشاہ تھے ۔

یعنی آپ یہ کہہ لیں کہ فرعون کی حکومت سے پہلے یہاں چرواہوں کی حکومت تھی کچھ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ صحرائی قبیلوں نے قوت حاصل کر کے چڑھائی کی اور لوٹ مار کر کے ان علاقوں میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لیں اس طرح مصر میں چرواہے بادشاہ کی حکومت تھی چونکہ وہ قبیلے صحرائی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اُس زمانے میں مصر پر حملہ کیا اور وہاں کے جو مقامی لوگ تھے جن کو قبطی کہتے ہیں انہوں نے حکومت قائم کر لی اور یہ جو مُلک ہے اُسی خاندان کا ایک فرد ہے بادشاہ

کے رویے اور کردار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ توحید سے دُور اور رسالت سے نابلد تھا لیکن فطرتاً بہت اچھا انسان تھا جس طرح آج کئی غیر مُسلم بڑے عمدہ ہوتے ہیں ابھی بادشاہ کا خواب پورا نہیں ہوا بلکہ خواب کا دوسرا حصہ یہ ہے۔

يَاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔

عام بات ہے بادشاہ نے خواب دیکھا اور اپنے درباریوں کو بُلا لیا کہ مُجھے اس خواب کی تعبیر دو۔

اب درباری کیسے ہیں۔

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ انہوں نے کہا یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔ اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

انہوں نے کہا یہ تو مُنتشر یعنی پریشان کن خواب ہے۔ آپ نے کھانا ہیوی کھا لیا کُچھ سمجھ نہیں آ رہی اس خواب کی تو حقیقت ہم پر کُھل ہی نہیں رہی۔ گویا آپ کے خواب کی کوئی تعبیر نہیں۔

وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ یعنی ایسے خوابوں کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔ بادشاہ کے ارد گرد کے لوگوں کو یہی لگا کہ یہ حدیث ُالنفّس والا خواب ہے انہوں نے بادشاہ کو مایوس کر دیا لیکن جو نہی لفظ خواب اور اُس کی تعبیر آیا تو ساقی کو یوسف یاد آ گیا

وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا اور جسے مدت کے بعد وہ بات یاد آگئی بول اٹھا کہ میں آپ کو اس کی تعبیر (لا) بتاتا ہوں مجھے (جیل خانے) جانے کی اجازت دے دیجیئے۔

اَضۡغَاثُ ضغث سے ہے ض، غ، ث لکڑیوں کا گھٹڑا، جو پہلے دور میں لوگ جھاڑو کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اسی سے اس کا معنی ملانا بھی ہے، کپڑے کو دھونا اور صاف نہ کرنا، اسکو ضغث کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مُراد confused thoughts، بیکار خواب، خام خیالی، گڑبڑ۔ یعنی انہوں نے اس کو اہمیت نہیں دی۔ وَادَّکَرَ۔ یہ ذَکَرَ ہی تھا۔ عربی زبان کا ایک اصول ہے کہ جب دو "ذ" ملتی ہیں تو "د" بن جاتی ہے۔ اس کی قرآن میں ایک مثال ہے۔ مُدَّکِر۔ یہ مُذَّکِر ہی ہے۔ اُمَّةٍ کا لفظ لمبے عرصے کے لیے آیا ہے۔ اب اُس کو یاد آگیا۔ اتنے سالوں کے بعد وہ یوسفؑ کے سامنے آیا۔

یُوۡسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیۡقُ اَفۡتِنَا فِیۡ سَبۡعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡکُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّسَبۡعِ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیۡۤ اَرۡجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

اس نے جا کر کہا "یوسفؑ، اے سراپا راستی، مجھے اس خواب کا مطلب بتا کہ سات موٹی گائیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی شاید کہ میں اُن لوگوں کے پاس جاؤں اور شاید کہ وہ جان لیں" ۔

کہنے لگا اے یوسفؑ، اے سچے انسان، کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر وہ شخص یوسفؑ کو براہِ راست اُن کے نام سے پکارتا ہے۔ ایک خوبی اُس کے ذہن میں تھی کہ یوسفؑ سچے انسان ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ محسن صدیق بن جاتا ہے۔ فوراً کام کی بات پہ آگیا۔ اس آیت میں طرزِ خطاب پہ غور کریں۔ یہ شخص

مشرک تھا اور مشرک اپنے کام کا بندہ ہوتا ہے۔ کوئی معذرت نہیں، کام پڑا تو آ گیا۔ دوسری بات دیکھیں کہ یوسفؑ اس وقت میں کیا رویہ اختیار کرتے، آ گیا میرا خیال، پڑ گئی میری ضرورت، کیوں کہ یوسفؑ نے بھی تو اُسکو ایک کام کہا تھا اور وہ بھول گیا۔ ہم خود سے پوچھیں کہ اگر یوسفؑ کی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے۔ تو اپنی عادت بنائیں لوگوں نے آپ کے دس کام بھی نہ کئے ہوں، جو آپ نے کہے، جب اُن سے سامنا ہوا ایک جملہ بھی نہ اُن سے پوچھیں۔ کیا ہو گا تو بتا دیں گے، نہیں کیا تو آپ کو اب پوچھ کے کیا ملے گا۔

اگلے کو شرمندگی سے بچائیں۔ لوگ آپ کے اور قریب آ جائیں گے۔ لوگوں کو یہ احساس دلا دیں کہ میرے ہاتھ اور زبان سے تم محفوظ ہو۔ میں ایک طعنہ بھی نہیں دوں گا۔ اگر اُس شخص کو یوسفؑ کے بارے میں ہلکا سا بھی شُبہ ہوتا کہ یوسفؑ تو پچھلے سارے گڑھے مُردے کھول دیں گے، تو وہ کبھی نہ آتا۔ لوگوں کو اعتماد دیں۔ وہ لوگ جو آپ کے دشمن ہیں وہ بھی آپ سے اپنے دل کی بات کر لیں۔ یوسفؑ خواب کی تعبیر بتاتے ہیں۔ اب تعبیر سُنتے ہوئے درباریوں کی گفتگو بھی سامنے رکھیئے کہ اُنہوں نے اسے ٹال دیا تھا اور حقیقت میں یہ کتنا اہم خواب تھا۔

قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ سَبۡعَ سِنِيۡنَ دَاَبًا‌ ۚ فَمَا حَصَدْتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِىۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۴۷﴾

یوسفؑ نے کہا "سات برس تک لگاتار تم لوگ کھیتی باڑی کرتے رہو گے اس دوران میں جو فصلیں تم کاٹو اُن میں سے بس تھوڑا سا حصہ، جو تمہاری خوراک کے کام آئے، نکالو اور باقی کو اس کی بالوں ہی میں رہنے دو۔

دَاَبًا کالفظ دَاب سے ہے۔ داب عادت کو کہتے ہیں۔ بار بار ایک کام کو کرنا۔ تو یہاں اس سے محنت کا معنی پایا جاتا ہے۔

یوسفؑ نے نہ صرف خواب کی تعبیر بتائی بلکہ اسکا حل بھی بتا دیا۔ کہ دیکھو کہ اب سات سال تمہارے بہت خوشحالی کے آنے والے ہیں، تم اس طرح کرنا کہ جو اناج اُگے گا اُس کو اُسکی بالی میں ہی رہنے دیا جائے، صرف اُتنا نکالنا جتنا تمہیں کھانے کی ضرورت ہو۔ اس طرح جو اناج محفوظ کیا جاتا ہے اُسکو گھن نہیں لگتا۔ اسلام نے اتنے سال پہلے اناج کو محفوظ کرنے کا طریقہ سکھا دیا۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

پھر سات برس بہت سخت آئیں گے اُس زمانے میں وہ سب غلہ کھالیا جائے گا جو تم اُس وقت کے لیے جمع کروگے اگر کچھ بچے گا تو بس وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو۔

جملہ تھوڑا مشکل ہے کہ جب قحط آئے تو ان سات سالوں میں تم جو غلہ سٹور کروگے اُس میں سے نکال نکال کے کھانا۔ ہاں لیکن اُس میں سے تھوڑا سا اناج اگلے سالوں کے بیج کے لئے بچا لینا۔ اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو کتنی حکمت دی تھی۔ یہ ہے تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔ اسکے بعد کیا ہونا ہے یہ بھی بتا دیا۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں باران رحمت سے لوگوں کی فریاد رسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑیں گے " ۔

یوسفؑ نے کتنے سال پہ محیط خواب کی تعبیر بتائی ہے؟ پندرہ (15) سال۔ سات، سات اور ایک۔ کیا خوبصورت علم ہے۔ درباری کیا کہہ رہے تھے اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ۔ جس بات کی ہمیں سمجھ نہیں آتی،

اُسے ہم ایسے ہی ٹال دیتے ہیں۔ اگر آپ کوئی خواب دیکھیں اور خوشی سے کسی سے تعبیر پوچھیں کہ یہ تو بڑا فائدے والا خواب لگتا ہے اور اگلا آگے سے آپکو کہہ دے کہ کچھ نہیں ہے، بس تم صدقہ دے دو، تو آپ پہ کیا گزرے گی۔ یوسفؑ نے جو خواب کی تعبیر بتائی تو اُس کو سُن کے بادشاہ کا دل کتنا خوش ہوا ہو گا۔ اب یوسفؑ کی زندگی کا وہ دور ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ یُغَاثُ کا معنی خوب بارشیں برسانے والا۔ پوری بات پڑھ کے پھر اس پہ اکھٹے بات کر لیتے ہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْــَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾

بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ مگر جب شاہی فرستادہ یوسفؑ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا" اپنے رب کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ اُن عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟ میرا رب تو ان کی مکاری سے واقف ہی ہے "۔

بادشاہ نے کہا کہ جس شخص کی تعبیر اتنی اچھی ہے، تدبیر اتنی اچھی ہے اُسے جیل میں تو نہیں رہنا چاہیئے۔ اُسکو تو بادشاہ کا مشیر ہونا چاہیئے۔ فوراً اسکو میرے پاس لاؤ۔ یوسفؑ نے کیا کِیا ہو گا؟ ایک تو وہ رویہ ہے جو میرا اور آپ کا ہو سکتا ہے اور ایک محسن کا رویہ۔ یوسفؑ نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس چلے جاؤ، میں اُس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھ پہ لگا الزام نہ دُھل جائے۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ میں یوسفؑ کی شرافت پہ حیران ہوں۔ اگر یوسفؑ کی جگہ میں ہوتا (یہ نبیؐ کی کسرِ نفسی ہے، ورنہ نبیؐ میں صبر یوسفؑ سے بھی زیادہ تھا) تو ایلچی کے بُلانے پر میں اُس سے پہلے نکل کے

چل پڑتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوسفؑ کیوں نہیں گئے؟ کیوں کہ یوسفؑ کو اب اس ملک میں دین کا کام کرنا تھا۔

اور اگر دین کے کام کرنے والوں پہ مقدمے ہوں، الزامات ہوں تو لوگ اُن سے دین نہیں لیں گے۔ یہ وہی امام بخاری والی بات کہ اپنی ہی اشرفیاں پانی میں پھینک دیں کہ کہیں یہ اشرفیاں مجھ پر چوری کا الزام نہ لگوا دیں۔ تو دین کے کام کرنے والوں کو اپنے دامن کو ہر ممکن پاک رکھنا چاہیئے۔ انسان ہونے کے ناتے باتیں ہوتی ہیں لیکن کبھی کوئی ایسا کام نہ کریں کہ جس سے دین کا نقصان ہو۔

اللہ کے نبیؐ اعتکاف میں تھے، آپؐ کی زوجہ حضرت صفیہؓ آپؐ سے ملنے کے لیئے آئیں، واپسی پہ اندھیرا ہوا تو آپؐ نے کہا کہ میں آپ کو چھوڑ کے آتا ہوں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی اعتکاف کر رہا ہے اور اُسکو اپنی بیوی کو چھوڑنے جانا پڑے تو جا سکتا ہے۔ جب اللہ کے نبیؐ اپنی زوجہ کے ساتھ جا رہے تھے تو دیکھا کہ راستے میں کچھ مرد کھڑے ہیں تو کہا کہ کچھ غلط نہ سوچنا میرے ساتھ میری بیوی ہے۔ تو اُنہوں نے کہا کہ اللہ کے نبیؐ ہم آپکے بارے میں ایسا سوچیں گے۔ تو آپ نے کہا کہ تمہیں نہیں پتا کہ شیطان انسان کے خون میں ایسے دوڑتا ہے کہ اُس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔

تو پھر ہمارے دل میں کیسے نہ ڈالے۔ کوشش کریں کہ ہر ممکن بات کو کلئیر کریں اور اگر کوئی بات ہے ہی نہیں تو پھر سوچیں کہ اوپر ایک ذات ہے، اُدھر ہاتھ اُٹھالیں۔ ایک اور اس میں سیکھنے کا بڑا خوبصورت نقطہ ہے کہ جب اُس نے حضرت یوسفؑ سے خواب کی تعبیر پوچھی تو یوسفؑ نے اُسکو بتادی کہ جاؤ تم خود بتادو۔ کوئی عام بندہ ہوتا تو کہتا کہ میں خود بادشاہ کے پاس جاؤں گا اور بتاؤں گا۔ میرا علم ہے میں دوں گا۔

آج دین کے علم کے ساتھ یہ فتنے بھی شروع ہو جاتے ہیں کہ دین دار اپنا علم کسی کے ساتھ شیئر ہی نہیں کرنا چاہتا۔ خیر کا کوئی کاپی رائٹ نہیں ہوتا۔ یوسفؑ کے اپنے مقدمے کی بات کی تو بادشاہ نے فوراً وہ کیس نکالا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اُس دور کا جو بادشاہ تھا وہ اُن بیگمات میں سے کسی کا شوہر ہو۔ دوبارہ فائلیں کھلتی ہیں۔ یہاں یوسفؑ کا ایک اور بڑا پیارا جملہ ہے کہ یہ نہیں کہا کہ جن عورتوں نے مجھے گناہ کی دعوت دی۔ کہا وہ بیچاریاں جن کے ہاتھ کٹ گئے تھے۔ ہم تو اگلے کا بیچ میں سے بُرا نقطہ پکڑ کے بات کرتے ہیں وہ جنھوں نے مجھے رُلایا تھا، وہ جنھوں نے مجھ پہ ڈورے ڈالے تھے۔ تو اُن کی بُرائی کے انداز میں نہیں پوچھا۔ اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ اگر تم اس دنیا کی عدالت میں اس مقدمے کو نہ بھی کھول پاؤ لیکن اللہ کی عدالت میں کھُلا ہوا ہے۔

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۟ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٥١﴾

اس پر بادشاہ نے ان عورتوں سے دریافت کیا "تمہارا کیا تجربہ ہے اُس وقت کا جب تم نے یوسفؑ کو رجھانے کی کوشش کی تھی؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا "حاشاللہ، ہم نے تو اُس میں بدی کا شائبہ تک نہ پایا" عزیز کی بیوی بول اٹھی "اب حق کھل چکا ہے، وہ میں ہی تھی جس نے اُس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی، بے شک وہ بالکل سچا ہے"۔

بُکُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یہ سب مؤنث کے صیغے ہیں۔ اور خَطْب کہتے ہیں بڑی اہم مہم۔ ایسا معاملہ جس میں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو وکیل نے عورتوں سے پوچھا کہ سُناو تمہارا کیا معاملہ تھا۔ رَاوَدْتُّنَّ جمع کا صیغہ ہے۔ یہ ایک لفظ بتاتا ہے کہ یوسفؑ کے ساتھ جو حرکت عزیزِ مصر کی بیوی نے کی تھی وہی کوشش بعد میں اُس کی دوستوں نے بھی کی۔ سب نے کیا کہ ہم نے اسکی کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔ اُس وقت جو کچھ بھی ہوا وہ سب ہماری طرف سے تھا اس میں یوسفؑ کا کوئی قصور نہیں۔

اب جب ساری دوستیں بول اُٹھیں تو عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ شوہر کے سامنے کیا بولی تھی کہ اس نے تمہاری بیوی پہ ہاتھ ڈالا۔ وہ جھوٹ تھا اور اب سچ بول رہی ہے۔

لیکن حضرت یوسفؑ کو اس سچ کو سُننے کے لیے کتنے سال انتظار کرنا پڑا۔ اسے کہتے ہیں "سانچ کو آنچ نہیں"۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی صفائی ثابت کرنے کے لیے کوئی وکیل نہیں کیا بلکہ جیل کی قید میں اللہ کا کام کرتے رہے اور اللہ نے خود اُنکی بے گناہی ثابت کروادی۔

اگر ہمیں یہ بات سمجھ آجائے تو ہم جو اپنا آدھے سے زیادہ وقت لوگوں کو اپنی صفائیاں پیش کرنے میں لگاتے ہیں وہ نہ لگائیں۔ یہی بات آگے ہم سورۃ مریم میں پڑھیں گے کہ جب پوچھا کہ یہ بچہ کہاں سے آیا تو کہا آج میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گی تو وہاں وہ بچہ بول اُٹھا۔ کبھی اپنا دفاع خود نہ کریں۔ اللہ سے کہیں کہ اے اللہ اب تو میرا دفاع کر۔ اور آج اتنے سالوں بعد یہ بیوی کیوں بولی؟

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

(یوسفؑ نے کہا)"اِس سے میری غرض یہ تھی کہ (عزیز) یہ جان لے کہ میں نے در پردہ اس کی خیانت نہیں کی تھی، اور یہ کہ جو خیانت کرتے ہیں ان کی چالوں کو اللہ کامیابی کی راہ پر نہیں لگاتا۔

اب یہ جملہ کیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟ بظاہر تو لگتا ہے کہ عزیزِ مصر کی بیوی کہہ رہی ہے کہ آج یہ اعترافِ جُرم اس لئے کر رہی ہوں کہ میرا شوہر یہ سمجھ جائے کہ میں نے اُسکے پیچھے خیانت نہیں کی۔ میں نے کوشش تو کی لیکن عمل نہیں کر سکی۔ آج بھی پاک دامن ہوں۔ دوسرا معنی اگر ھُ کی ضمیر معنی اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائیں تو کیا مطلب ہے کہ اتنی دیر سے یہ بوجھ اپنے اندر رکھی ہوئی تھی لیکن آج اللہ کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ ہاں میں نے کوشش کی لیکن یہ غلط کام کر نہیں سکی۔ اور اسی طرح بعض کہتے ہیں کہ اس سے مُراد حضرت یوسفؑ بھی ہیں۔

ساری باتوں کو ایک طرف کر دیجیئے لیکن سارے مجمع کو پتہ چل گیا کہ یوسفؑ بے گناہ ہیں اور قصور عورتوں کا تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس عورت نے توبہ کرلی تھی۔ اور یوسفؑ کے بھائیوں نے بھی بعد میں توبہ کرلی تھی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ بعد میں نبی بھی بنائے گئے تھے۔ سچی بات کبھی نہیں چھپتی۔ اگر آپ محسن ہیں تو وقتی طور پہ لوگ آپ کے بارے میں غلط سوچ سکتے ہیں، بدگمان بھی ہوسکتے ہیں، لیکن وہ اُس پہ قائم نہیں رہیں گے۔ ہمیشہ وہی چیز قائم رہتی ہے جو سچ ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہے۔